OPEN ACCESS: Al Khadim Research Journal of Islamic Culture and Civilization
ISSN (ONLINE): 2710-0235 https://www.arjicc.com ISSN (PRINT): 2710-0227
DOI: https://doi.org/10.53575/arjicc.v2.03(21)u14.191-199

اُردو داستان میں حمد و نعت کی روایت (ابتداء سے 1820ء تک)

Tradition of Hamd o Naat in Urdu dastan Starting to 1820

Dr. Naseem Abbas
Assistant Professor Urdu, University of Okara.

Dr. Sumaira Ijaz
Assistant Professor Urdu, University of Okara.

Received on: 15-10-2021 Accepted on: 16-11-2021

Abstract

Urdu Dastan writing was started in 1635 and the first dastan was Subrus by Mullah Wajhi. The tradition of Hamd o Naat in dastan was also started at the same time. Previously, it was strongly traditioned in Urdu Masnavi. This article presents a critical analysis of this tradition from 17th century to first two decades of 19th century. Ata Hussain Tehseen, Shah Alam Sani, Meer Hassan Shah Haqeeqat are the major writers of 18th century. In 19th century, the major contribution to this tradition was made by Fort William College, Calcutta. Haider Bakhsh Haideri, Meer Amman, Sher Ali Afsos, Nehal Chand Lahori, Hafeez ud din Ahmad and Kazim Ali Jawan are the prominent writers of Fort William College and they strengthen end the tradition of Hamd o Naatr in dastan. This article shows that the Urdu Dastaan is the reflection of our religious values in an impressive manner.

Keywords: Urdu Dastan, Hamd o Naat, 17th Century,19th century, Fort William College

اللہ تعالی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت وعقیدت پر مبنی مدحت ہر زبان کے شعر وادب کی جان رہی ہے۔ سولہویں صدی عیسوی میں اردو زبان کے ادب کے اظہاریہ قالب کے رونمائی کی ابتدا کے ساتھ ہی حمدیہ ونعتیہ رنگ بھی اپنی جلوہ نمائی کرنے لگا۔ دکن میں جن شعری اصناف میں اس اظہار نے جگہ پائی ان میں مثنوی سرفہرست ہے۔ اردو کی پہلی مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" از فخر الدین نظامی کا آغاز ہی نعتیہ اشعار سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد دکن کی کم وبیش تمام مثنویوں میں حمدیہ، نعتیہ اور منقبت کے اشعار شامل ہیں۔ اردو میں مستقل نعت کا سلسلہ بھی سولہویں صدی عیسوی میں دکن سے ہی ہوا۔ اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر سلطان محمد قلی قطب شاہ کے کلیات میں باقاعدہ نعتیہ غزلیں، نعتیہ رباعیاں، اور نعتیہ نظمیں موجود ہیں۔ اٹھارویں صدی عیسوی تک ولی دکنی اور قاضی محمود بحری کے ہاں باقاعدہ نعتیہ کلام ملتا ہے۔ حمدیہ اور نعتیہ شاعری کا تعلق ہیت کی نسبت موضوع سے زیادہ ہے اس لیے یہ شاعری غزل، قصیدہ، مثنوی، رباعی، معری نظم، آزاد نظم وغیرہ میں لکھی گئی ہے۔ ابتدا سے اٹھارویں صدی تک جنوبی ہند میں اردو ادب میں نعت کی روایت کی مختلف صورتوں اور ماخذات کو ڈاکٹر ریاض مجید کچھ یوں واضح کرتے ہیں۔

"ان ماخذات میں چار طرح کی شعری تخلیقات ملتی ہیں:

1۔ صوفیائے کرام کے عارفانہ گیت اور جکریاں جن میں اردوئے قدیم کی نعت گوئی کے نمونے ملتے ہیں۔

2۔ بزرگانِ دین کی مذہبی تصانیف اور سیرتی مثنویاں

3۔ قصص اور داستانوی مثنویوں کے آغاز میں نعتیہ اشعار

4۔ شاعری کی دوسری اصناف غزل، قصیدہ، رباعی، مستزاد وغیرہ میں لکھی گئی نعتیں جو جنوبی ہند کے شعرا کے کلیات میں ملتی ہیں۔(1)"

جس طرح شعری اصناف میں حمدیہ اور نعتیہ اشعار کا آغاز دکن میں ظہور پذیر ہوا اسی طرح اردو داستان کے آغاز میں حمدیہ اور نعتیہ شعری و نثری اظہار کی ابتدا بھی دکن سے ہوئی۔ اردو داستان مین یہ رجحان اردو مثنوی کے ابتدائیوں کے زیر اثر آیا۔ اردو کی پہلی داستان "سب رس" از ملا وجہی کی ابتدا حمدیہ اشعار سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد شمالی ہند میں اٹھارویں صدی عیسوی میں لکھی جانے والی داستانوں کا آغاز بھی اسی روایت میں ہوا۔ انیسویں صدی عیسوی میں فورٹ ولیم کالج کے تحت لکھی جانے والی داستانوں کے حمدیہ اور نعتیہ آغاز نے اس روایت کو آگے بڑھایا۔ انیسویں صدی کی ابتدائی دو دہائیوں میں بیرون فورٹ ولیم کالج، جو داستانیں تحریر ہوئیں ان میں یہ رجحان جاری رہا۔ ذیل میں ابتدا سے انیسویں صدی کی ابتدائی دو دہائیوں تک اردو داستانوں (زمانی اور ادارتی بنیاد پر تین حصوں میں تقسیم کیا ہے) کے حمدیہ اور نعتیہ آغاز کے موضوعات و فکریات اور شعری و نثری انفراد کا جائزہ پیش خدمت ہے۔

(الف) ابتداء سے اٹھارویں صدی تک لکھی گئی داستانیں

(ب) فورٹ ولیم کالج کے تحت لکھی گئی داستانیں

(ج) بیرون فورٹ ولیم کالج لکھی گئی داستانیں

(الف) ابتداء سے اٹھارویں صدی تک لکھی گئی داستانوں کے حمدیہ اور نعتیہ آغاز:

دکن میں لکھی گئی اردو کی پہلی داستان "سب رس" از ملا وجہی 1635ء میں سامنے آئی۔ اس کا آغاز حمدیہ ہے۔ دو صفحات پر مشتمل حمد، نثر اور شعر دونوں قالب میں ہے۔ تمام کائنات الحمد اللہ میں سموئی ہے اور الحمد اللہ، بسم اللہ میں مضمر ہے اور بسم اللہ کا نکتہ کریم کے مفاہیم میں پوشیدہ ہے۔ وحدت اور کثرت کے فلسفے کی وضاحت بھی ملتی ہے۔ وہ وحدت الوجود کے قائل ہیں۔ اس کے لیے احادیث اور فارسی کہاوتوں کو درج کیا گیا ہے۔ انھوں نے حمدیہ اشعار میں اللہ کی صفات کو بیان کیا ہے جن میں وحدہ لا شریک، پروردگار، احد اور صمد، لم یلد اور لم یولد شامل ہیں۔ وہ ذات سب میں شامل بھی ہے اور سب سے جُدا بھی ہے۔ اُس کی ہزار صفات ہیں اور اس کی معرفت سب حاصل نہیں کر سکتے۔ وہ قادر، حاضر اور ناظر ہے۔ وہ کریم اور رحیم ہے۔ سات آسمان اس کا کھیل ہیں اور کوئی اس کی مرضی کے بغیر دَم نہیں مار سکتا۔ زمین اور آسمان کی تخلیق پر سارا عالم حیران ہے۔ انبیا اور دانش منداس کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔ حمد میں ایک فرد اور چار بیت شامل کیے گئے ہیں۔

دوسری اہم داستان "نو طرز مرصع" از عطا حسین خاں تحسین 1778ء/1779ء میں لکھی گئی۔ اس کا آغاز حمدیہ اشعار سے ہوتا ہے۔ نو

اشعار ہیں جن میں دو شعر حمد کے، دو شعر نعت، دو شعر منقبت کے ہیں اور تین اشعار داستان کی اہمیت کی بابت ہیں۔ حمد یہ اور نعتیہ اشعار دیکھیے:

دیباچۂ ثنائے خداوند ذوالجلال
ایسا نہیں کہ لکھ سکے اُس کا کوئی کمال
منشی کے ہو رہا ہے قلم کا جگر شگاف
شاعر کی اُس کی حمد میں ہووے زبان لال
مقدور کیا کہ وصف پیغمبر کا لکھ سکے
پہنچے ہے کسی کا نعت مبارک پہ کچھ خیال
لولاک جس کے حق میں خدا نے کیا نزول
ہے دین کے چمن میں وہ سرو نو نہال(2)

'اٹھارویں صدی کے آخر میں مغل بادشاہ شاہ عالم ثانی کی تحریر کردہ داستان "عجائب القصص" حمدیہ اور نعتیہ ابتدائیے کے حوالے سے اہمیت کی حامل ہے۔ وہ اس ذاتِ باری تعالیٰ کی بے پایاں حمد، شکر اور سپاس گزاری کرتے ہیں اور صبح و شام جوان، بوڑھے، انسان، حیوان، وحشی اور پرندے، جن اور پری، سنگ اور آہن، بحر و بر، زمین و زماں، حور و فرشتے، چاند اور مچھلیاں بھی اُسے ہر دم یاد کرنے میں مشغول ہیں۔ اللہ کی تسبیح کے بیان کا حوالہ قرآن مجید کی آیت سے دیتے ہیں۔ اس کے بعد مختلف انسانوں پر اللہ کی عنایات کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اس ذات بابرکات نے کسی کو فتح و نصرت اور کسی کو سخاوت و شجاعت، کسی کو حکمت و نغمہ اور کوئی خوش بخت، ہے تو کسی کو شہر اور کسی کو ملک کا مالک بنایا ہے۔ اس کے بعد منظوم کے عنوان سے دس اشعار درج کیے گئے ہیں۔ اشعار کے بعد مختلف مظاہر قدرت، نباتات و جمادات، چرند پرند کو عطا کیے گئے انعام و اکرام کو بیان کیا گیا ہے۔ نظم کے عنوان کے تحت دو اشعار دیے گئے ہیں۔ ان اشعار میں ثناخوانی میں عدم گویائی کا اعتراف ہے۔ اس کے بعد نثر میں تمام مخلوق کے خالق کی حمد کے بیان پر عدم قدرت کی بات کرتے ہیں۔ اس کے بعد پھر "نظم" کے عنوان سے چار فارسی اشعار درج کیے ہیں۔ نعت کے بیان کا آغاز دیکھیے:

"درود سعادت، ورود اور صلوٰۃ لا محدود، بر حضرت سرور انبیا، برھان الاصفیا، تاج الاولیا،
خواجہ ہر دو سرا، سلطان الاتقیا، رسول الثقلین، نبی الحرمین، محبوب رب المشرقین
والمغربین جد الحسن والحسین، (صاحب) قاب قوسین، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ"(3)

نعتیہ اظہار میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات و صفات کو بیان کیا ہے۔ "منظوم" کے عنوان سے چار اردو اشعار، "نظم" کے عنوان سے آٹھ فارسی اشعار پیش کیے گئے ہیں۔ معراج النبی کے حوالے سے چوالیس اشعار درج کئے گئے ہیں۔

اٹھارویں صدی کی ایک اور اہم داستان "جذب عشق از میر حسن شاہ حقیقت ہے۔ یہ 1796ء/1797ء میں تحریر کی گئی۔ حمد میں آٹھ اشعار دیے گئے ہیں۔ان میں وحدت کا بیان دیکھیے:

اگر کیجیے زمین و آسماں ایک
نہ ہووے اس کی وحدت کا بیاں ایک
سب اس کے رنگ میں ہے وہ خدا ایک
کہ حسن و عشق کو جس نے کیا ایک(4)

نعت کے حوالے سے دو شعر درج کیے ہیں جس میں حضور اکرم کو عالم علم الٰہی کہا ہے اور شہر علم کی خصوصیات کو بیان کیا ہے۔

اٹھارویں صدی کی ایک داستان "قصہ مہر افروز و دلبر "از عیسوی خاں بہادر رہے مگر اس کے ابتدائیے میں حمدیہ و نعتیہ روایت کو نہیں اپنایا گیا۔

(ب)۔ فورٹ ولیم کالج کے تحت لکھی جانے والی داستانوں کے حمدیہ اور نعتیہ ابتدائیے:

انیسویں صدی میں جن اداروں نے اردو داستان کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا ان میں فورٹ ولیم کالج کلکتہ سر فہرست ہے۔اس ادارے کے تحت لکھی جانے والی داستانوں نے بھی حمدیہ اور نعتیہ ابتدائیوں کی روایت کو ثروت مند بنایا ہے۔اس ادارے کے تحت لکھنے والوں میں حیدر بخش حیدری، شیر علی افسوس، میر امن، حفیظ الدین احمد، کاظم علی جوان، بہادر علی حسینی، مظہر علی خاں ولا اور بنی نرائن جہاں اہم ہیں۔

حیدر بخش حیدری نے "توتا کہانی" کے آغاز میں حمدیہ اور نعتیہ اظہار اپنایا ہے۔ یہ حمدیہ اظہار، نثر اور اشعار دونوں صورتوں میں ہے۔ نثری آغاز میں اپنے دریائے سخن کو خدا کا نہ صرف احسان گردانا ہے بلکہ سخن کو گوہر معنی سے آشنا ہونے کو بھی خدا کا ابر کرم کہا ہے اور اپنی زبان کی گویائی جو حمد کر رہی ہے، کو بھی اللہ کا کرم سمجھا ہے۔ان دو جملوں کے بعد نعتیہ اظہار نثر کی صورت میں ڈھلتا ہے۔ حضور اکرم کی ذات جو آخری نبی ہیں اور گنہگاروں کی شفاعت کے لیے رحمت اللعالمین کی صفات کو بھی بیان کیا ہے اور انھیں زمین و آسماں کی تخلیق کا اصل سبب قرار دیا ہے۔اس کے بعد دو شعر دیے گئے ہیں اور دونوں اشعار میر حسن کی مثنوی "سحر البیان" سے لیے گئے ہیں۔

یہ دونوں اشعار اُن کی نثری حمد و نعت کے جذبات کا شعری اظہار ہی ہیں۔ "توتا کہانی" کا جو ایڈیشن مجلس ترقی ادب لاہور سے 1963ء میں مرتب ہوا اس میں یہ دو اشعار درج ہیں۔اس کے علاوہ 1852ء کی ولیم وائس لندن کی اشاعت میں بھی یہی دو اشعار درج ہیں جب کہ مطبع جان جہاں دہلی اور جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز لاہور کی اشاعتوں میں مزید چار اشعار بھی دیے گئے ہیں، یہ اشعار بھی میر حسن کے ہی ہیں۔ان چار اشعار میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کو سب کا دین و ایمان اور دل و جان کہا گیا ہے۔ خلق کا تمام گلزار ان کی محبت سے تر و تازہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بے فکر اور غیور ہے مگر انھیں سب کی پرورش منظور ہے۔ اگر وہ مہربان ہوں تو سب مہربان ہو جاتے ہیں۔

ان اشعار کا آغاز پانچ حمدیہ اشعار سے ہوتا ہے۔ ''آرائشِ محفل بہ موسوم قصہ حاتم طائی''حیدر بخش حیدری کی ایک اور داستان میں حمد و ثنا کے

ساتھ دعائیہ انداز غالب ہے۔ وہ اللہ پاک کی ذات سے ایسی روشن بیان طلب کر رہے ہیں جس سے ان کے دل میں چھپے ہوئے راز کھل جائیں۔ ان کی زبان تقریر سے اور دہن گوہر معنی سے آشنا ہو، قلم کو پر لگا دے اور معنی کے سمندر سے آشنا کر دے، ایسا جام ار غوانی پلا دے جس سے حاتم طائی کی کہانی طے ہو سکے اور جسے اردو کے فصیح کلام کہنے والے اساتذہ سن کر اسے دریائے اُردو کا گوہر قرار دیں۔ ان میں سے دو مختلف اشاعتوں میں اشعار کے متن میں اختلاف موجود ہے۔

یہ اختلاف مجلس ترقی ادب، قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان، دہلی، مطبع نول کشور لکھنؤ، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دہلی کی اشاعتوں میں ہیں۔

حیدر بخش حیدری کی ایک اور داستان "گلزارِ دانش" ہے۔ اس کا آغاز بھی حمد یہ اور نعتیہ ہے۔ ابتدا میں حمد اور نعت کا اظہار نثر میں کیا گیا ہے۔ حمد کو دو جملوں میں سمویا ہے۔ اُس ذاتِ باری تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں جس نے ایک 'کن' میں کائنات تخلیق کی، سورج اور چاند کی جلوہ سامانیاں اُس ذات کے مہر و کرم کی گواہی دیتی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کی ذات کو گنہگاروں کی شفاعت کے لیے رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا اور انھیں گمراہوں کا رہنما بنایا۔ اس کے بعد سات اشعار مثنوی ہیئت میں دیے گئے ہیں۔ ان اشعار میں انسانوں کو خاک سے پاک کرنے، فہم و ادراک عطا کرنے اور 'کن' سے کون و مکاں کی تخلیق کو شعر کے قالب میں بیان کیا ہے۔ سات میں سے پانچ اشعار میں حضورِ اقدس ﷺ کی اللہ کی خاص عطا قرار دینے کے ساتھ ان کی صفات کو قلم بند کیا ہے۔ انھوں نے برائی بھلائی میں فرق سمجھایا، دُنیا کو انتظام حیات دیا، راہ راست دکھایا جو جنت کے رستے کا ضامن ہے۔ انھیں ایسا رسول قرار کی سرخی جمائی ہے۔ ''نعت حضرت سید المرسلین خاتم النبین احمد مجتبیٰ '' محمد قرار دیا جو نبوت کے دریا کا دُرِ یتیم ہیں۔ اس کے اس کے تحت دو جملے نثر کے اور کچھ اشعار جو صنعت ترصیع کے حامل ہیں، میں نعت پیش کی ہے۔ نثر کے جملوں میں وہ یہ کہتے ہیں کہ اُس ہستی کی نعت بیان ہے جن کی شان میں قرآن کی آیت لولاک لَمَاخَلَقتُ الافلاک نازل ہوئی تو انسان کی زبان کو ان صفات عالیہ کے بیان کی قدرت کہاں ممکن ہو سکتی ہے۔ چھ اشعار میں حضور اکرم ﷺ کی جو صفات بیان ہوئی ہیں ان میں، کاشف اسرار و حق، واقف اسرارِ حق، شافع روز جزا، حامی ہر دو سرا، گوہر دریائے دیں، لولوئے بحرِ یقیں، رہنمائے سالکاں، پیشوائے دو جہاں باعث کون و مکاں، قاسم حور و جناں شامل ہیں۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت کے چھ اشعار دیے گئے ہیں۔

"خرد افروز" از حفیظ الدین احمد کا آغاز بھی حمد یہ اور نعتیہ ہے۔ حمد یہ نثر کے تین اقتباسات اور تین مثنوی ہیت کے اشعار بھی ہیں۔ اسی طرح نعت کے لیے ایک نثری اقتباس اور دو اشعار میں نعت کہی گئی ہے۔ نثر میں جو حمد کہی گئی ہے اس میں قادر مطلق کے انسان کی تخلیق کو حکمت بالغہ کہا ہے اور پھر اس خاک کے پتلے کو عقل عطا کر کے اشرف المخلوقات کے خطاب سے نوازنے کو موضوع بنایا ہے اس رتبے کی عنایت اور دولت کو عظیم خزانہ کہا ہے۔ پھر ان انسانوں کا ذکر کیا ہے جو علم باطن سے آشنا ہوئے تو فرشتوں سے بڑھ گئے اور علم ظاہر سے روشناس ہوئے تو فرش خاک پر بیٹھ کر زمین و آسمان کے حالات سے واقف ہو گئے۔۔ اس کے بعد ایک مثال سے بھی انسان کی ضعیفی کو پیش کیا ہے جس طرح شہد کی مکھیاں اپنے گھر بناتی ہیں تو یہ صناعی قدرت ہے کوئی دانا انسان برس ہا برس سر مارتا پھرے تو وہ تعمیر کے اس نکتے تک نہ پہنچ پائے۔ آئینِ حکمت مہندس کامل کو قدرت کاملہ کا احسان عظیم قرار دیتے ہیں، پھر یہ اشعار درج کیے گئے ہیں۔

وہی دانش آموز ایسا بڑا
کہ حکمت سے خامے کو اس نے اٹھا
کیا تختۂ خاک پر وہ رقم
کہ جس سے نہ ہو کچھ کبھی پیش و کم
خرد کو کیا اس نے روشن بصر
چراغ ہدایت کیا جلوہ گر(5)

ان اشعار کے بعد حضور اکرمؐ کی ذات پر ہزاروں درود بھیجتے ہیں اور حضور اکرمؐ کی صفات کو نثر کے قالب میں پیش کرتے ہیں۔ اہل جہاں کو گمراہی کے راستے سے ہدایت کے رستے کی رہنمائی کا وسیلہ وہی ذات بابرکات ہیں جنھوں نے ظلم و فساد کو ختم کیا اور وہ تمام نبیوں کے سردار ہیں۔ وہ شہر علم ہیں۔ پھر ان کی شان میں دو اشعار پیش کیے گئے ہیں۔ ایک شعر میں دو معجزوں ستون کا بولنا، چاند کے دو ٹکڑے ہونا کا بیان ہے اور دوسرے شعر میں اہل تاج کا اُن کا محکوم ہونا اور قیصر و کسریٰ کا انھیں خراج دینے کو شعر میں ڈھالا ہے۔

کاظم علی جوان کی ترجمہ کردہ داستان "شکنتلا" کا آغاز بھی حمدیہ و نعتیہ ہے۔ حمد کے بیان کی عدم قوت کے بیان سے آغاز کرتے ہیں۔ پری یا انسان کی کیا مجال جو قادر مطلق کے حسن و جمال پر نگاہ کر سکے اور اس کی گواہی کے لیے حضورِ اکرمؐ اس پر گواہ ہیں۔ وہ کیسا جلوہ ہے کہ جسے حضرت موسیٰؑ جیسا پیغمبر بھی نہ سہہ سکا۔ کوئی اس ذات کے عشق میں دیوانہ ہو گیا اور کسی نے اپنا دل ہی دے دیا۔ پھر استفہامیہ اسلوب اختیار کرتے ہیں کہ ایسا کون سا دل ہے جسے اس ذات سے دل وابستگی نہیں اور وہ آگ بھی اُسی ذات کا سوز و محبت رکھتی ہے۔ کاظم علی جواں کے حمدیہ اشعار دیکھیے:

بزم حیرت میں مثال شمع ہر اہل نیاز
اے جواں رکھتا ہے کیا کیا دل میں اپنے سوز و ساز
لب پہ مہر خاموشی بہتر ہے سوزِ عشق سے
ہو نہ از خود رفتہ بس آگے نہ کر افشائے راز(6)

میر امن نے داستان "باغ و بہار" کے مقدمے کا آغاز بھی حمدیہ اور نعتیہ انداز میں کیا ہے۔ نثر اور شعر دونوں صورتوں کو حمدیہ رنگ اختیار کیا ہے۔ ابتداء میں وہ اللہ تعالیٰ کی صناعیت کا بیان کرتے ہیں کہ سبحان اللہ کہ ایک مٹھی خاک سے کیا کیا صورتیں بنا ڈالی ہیں۔ ناک، کان، ہاتھ پاؤں سب کو دیے ہیں مگر ہر شکل مختلف ہے۔ کروڑوں انسان الگ الگ پہچان رکھتے ہیں۔ یہ کائنات ایک دریائے وحدت ہے اور آسماں اس میں ایک بلبلے کی حیثیت رکھتا ہے اور زمین پانی کا بتاشا ہے۔ تشبیہاتی انداز میں حمد کا عمدہ اسلوب اپنایا ہے۔ آخر میں حمد و ثنا کے بیان میں انسان کی عدم گویائی کی بات کرتے ہیں اور پانچ حمدیہ اشعار درج کرتے ہیں۔ ان اشعار کا مفہوم یہ ہے کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کہیں

کہ پہچانا نہیں تو جو اس کا دعویٰ کرے وہ نادان ہے اس کا کوئی ثانی نہیں، مہر وماہ اس کی صنعت کی حیرانی کا ثبوت ہیں اور وہ خالق و رازق ہے۔ اس کے بعد وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کا دوست کہہ کر ان پر درود بھیجتے ہیں۔ دوست اس لیے کہتے ہیں کہ ان کے لیے زمین ا آسماں کو پیدا کیا گیا اور انھیں درجہ رسالت عطا کیا۔ اس کے بعد دو نعتیہ اشعار درج کیے گئے ہیں جس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم کو اللہ کا نور قرار دیا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ان کا سایہ نہ تھا۔

شیر علی افسوس کی "باغ اردو" گلستان سعدی کا ترجمہ ہے۔ اس کتاب کے دیباچے کی ابتداء میں بھی حمدیہ و نعتیہ اظہار موجود ہے۔ اس کے علاوہ ترجمے کے آغاز سے پہلے بھی حمدیہ اور نعتیہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ دیباچہ میں حمدیہ اظہار دیکھیے:

"تازگی گلستان سخن کی حمد باغبان حقیقی کی ہے کہ اس نے بوستان عالم کو طرح طرح کے درختوں سے آرائش دی اور رنگ برنگ کے پھولوں سے زینت بخشی۔ اس کے ابر رحمت کی بارش سے ہر ایک گل تروتازہ، نسیم فیض سے اس کی ہر ایک درخت ہرا ابھرا۔ ہر گل کی زبان وا ہے اس کے ذکر میں، جو غنچہ ہے سو سر بہ جیب ہے اس کے فکر میں۔ قمری اس کے طوق بندگی میں اسیر تدرو اسی کے بند عشق سے پائے بہ زنجیر۔ شربت شوق سے اس کے گلہائے چمن سیر اب گلستان میں اور اس کی گرمی محبت سے ہر ایک خار خشک لب ہے بیاباں میں۔ فاختہ خاکستری لباس سے اس کی طلب میں کو کو کناں، چنار اسی کے سوز عشق سے گلشن دہر میں سوزاں۔"(7)

اس کے بعد مثنوی کے عنوان کے تحت چھ حمدیہ اشعار دیے گئے ہیں۔ نعت نثر میں لکھی گئی ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات عالیہ کو بیان کیا گیا ہے۔ آپ محب کردگار، عالم پر مختار اور شفیع امم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب ار کون ومکاں کے مالک ہیں۔ سب انبیا کے سر کا تاج ہیں۔ صاحب لولاک و معراج ہیں۔ تین نعتیہ اشعار بھی لکھے ہیں۔ دیباچے کے بعد گلستان کے ترجمے کے ابتدائیے کو ایک بار پھر حمد و نعت سے سجایا گیا ہے۔ حمدیہ نثر میں نعمتوں کا شکر بجالایا گیا ہے۔ ایک بیت، تین قطعات، قرآن کی آیات (جو نعمتوں سے متعلق ہیں) کا ترجمہ دیا گیا ہے۔ نعتیہ اظہار میں نثری جملے، تین بیت، اور چار قطعات اور قرآن کی آیات (جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں ہیں) کا ترجمہ دیا گیا ہے۔ نثری اظہار تخلیقی نثر کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس دور مین جتنی کتب لکھی گئی ہیں ان میں سے سب سے طویل حمدیہ اور نعتیہ آغاز اس کتاب میں موجود ہے۔

فورٹ ولیم کالج میں لکھی گئی داستانوں میں ایک اہم داستان نہال چند لاہوری کی "مذہب عشق" ہے۔ اس کی ابتداء بھی حمد و ثناء کے حوالے سے ایک شعر سے ہوتا ہے۔ اس شعر میں اپنی قوت تحریر کی مقبولیت کے لیے دعائیہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ اس کے بعد نثر میں حمد و ثناء کی گئی ہے۔ تشبیہاتی رنگ غالب ہے۔ وہ حمد و ثناء کو ایسا گلستان کہتے ہیں جس پر ہمیشہ بہار رہتی ہے۔ اس تشبیہ کو مزید وضاحت کے انداز میں بیان کرتے ہیں کہ اس دنیا کے بوستان کے تمام رنگوں کی تازگی اور لطافت کے لیے اس حمد و ثناء کے باغ سے لطف کشید کرتا ہے اور تمام پھولوں کی بہار اور تمام عروسوں کی زیبائی کے نقش و نگار اسی باغ کی تجلی سے فیض یاب ہے۔ اس کے بعد مثنوی ہیت میں سات حمدیہ اشعار پیش کیے گئے ہیں۔

بنی نرائن جہاں نے "چار گلشن" کے دیباچے میں حمدیہ نثر لکھی گئی ہے۔ بنی نرائن بھی خود کو پروردگار کی صفات کے بیان سے عاجز پاتے ہیں۔ وہ ذات جو زمین و آسماں کا نور ہے اور ایک کامل قطرے سے حضرت آدم علیہ السلام، کی پیدائش، جو افزائش گلشن کا رشک بن گئی اور ایک سست بنیاد آدم کو یہ طاقت نہیں کہ اس کی توحید بیان کر سکے۔ آدم کی تخلیق کی صناعی کو موضوع بنایا ہے۔ اس کے بعد اللہ پاک کی ذات کی شکر گزاری کا بیان ہے کہ انسان کے لیے لازم ہے کہ ہر دم اس کا ورد کرے اور اس لیے بھی شکر واجب ہے کہ اسی خاک کے پتلے کے لیے چاند، سورج، زمین اور آسماں کو وسیلہ رزق بنایا ہے۔ انسان کی شکر بجاآوری کے بعد دیگر مخلوقات کی حمد و ثنا کو موضوع بنایا ہے۔

"جانور باغ دنیا کے اپنی اپنی زبان سے روز و شب اسی کی صفت اور صفا کا ترانہ گاتے ہیں۔ پنکھڑی ہر پھول کی، اس کے بیان تعریف میں، سراپا زبان ہے۔ اور نرگس گلزار میں جمال جہاں آرا کی آرزوئے دیدار میں اس باغباں حقیقی کے شوق دل سے نگران و حیران۔ لالہ نے اس باغباں حقیقی سے شاید کچھ نافرمانی کی، اس واسطے داغ دل پر کھایا۔ اور موتیا نے جو اس کی راہ توصیف میں متاع اپنی نثار نہ کی اسی واسطے زخم سوئیوں کا ہر دکان میں اپنے کلیجے پر اٹھایا۔ سرو باغ دنیا میں ایک پاؤں کھڑا ہوا، اس خالق حقیقی کے ذکر میں مشغول ہے۔"(8)

بنی نرائن جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو اللہ کے برگزیدہ بندے اور روز جزا کے حامی کی خصوصیات کو بھی پیش کرتے ہیں اور ان پر اور ان آل پر درود بھیجتے ہیں۔

فورٹ ولیم کالج کے تحت لکھی جانے والی داستان "اخلاق ہندی" از میر بہادر علی حسینی کے آغاز میں نہایت مختصر حمدیہ نثر لکھی گئی ہے۔ جس میں انھوں نے انسان کی تمام مخلوقات پر فضیلت، دین اور دنیا میں عقل کی سرفرازی اور طبیعت کے چالاک گھوڑے کی لگام دانائی کے ہاتھ اور دل کے نظم و نسق کے لیے علم کی تلوار کے عطا ہونے پر شکر گزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ آخر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس اور آل نبی پر درود بھیجتے ہیں۔

مظہر علی خاں ولا کی داستان "مادھونل اور کام کنڈلا" کا آغاز مختصر انداز مین حمد و نعت کو پیش کرتا ہے۔ خالق کون و مکاں اور تمام عالم کے روزی رساں کی حمد اور تمام کائنات کے وجہ تخلیق اور فراواں نعمت کے قابل کی نعت ایسے موضوعات کو الفاظ کا جامہ پہنایا گیا ہے۔ میر امن کی ایک اور داستان "گنج خوبی" ہے اس کی ابتداء بھی مختصر حمدیہ نثر سے ہوتی ہے۔ وہ بھی خالق کے اوصاف اور اخلاق کے بیان میں قوت نہ رکھنے کی بات کرتے ہیں۔ اگر بدن کا روئیں روئیں بھی زبان بن جائے تو بھی سر مو نہ کہہ سکے۔ میر امن بھی اشرف المخلوقات کی سعادت پر شکر بجا لانے پر زور دیتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق کی مدح کرتے ہیں اور تخلیق محمدی کو ضرب المثل کہتے ہیں اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔

(ج) 1820ء تک بیرون فورٹ ولیم کالج لکھی گئی داستانوں کے حمدیہ و نعتیہ ابتدائیے:

اس حوالے سے جو داستانیں لکھی گئیں ان میں انشاءاللہ خاں انشاء کی "رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کی کہانی" اور "سلک گوہر" اور محمد بخش مہجور کی "انشائے نورتن" اہمیت کی حامل ہیں۔ "رانی کیتکی کی کہانی" کا آغاز حمدیہ ہے۔ حمد کا اسلوب بیان دیکھیے:

"سر جھکا کر ناک رگڑتا ہوں، اس اپنے بنانے والے کے سامنے جس نے ہم سب کو بنایا اور بات کی بات میں وہ کر دکھایا جس کا بھید کسی نے نہ پایا۔ دوہا اپنی بولی کا:

آتیاں جاتیاں جو سانسیں ہیں
اس کے بن دھیان سب یہ پھانسیں ہیں

یہ کل کا پتلا جو اپنے کھلاڑی کی سدھ رکھے تو کھٹائی میں کیوں پڑے اور کڑوا کسیلا کیوں ہو؟ اس پھل کی مٹھائی چکھے جو بڑوں سے بڑے اگلوں نے چکھی ہے۔ دوہا اپنی بولی کا:

دیکھنے کو تو آنکھیں دیں اور سننے کو یہ کان دیے
ناک بھی اونچی سب میں کر دی مرتوں کو جی دان دیے

مٹی کے باسن کو اتنی سکت کہاں جوں اپنے کمہار کے کچھ تاڑ سکے"۔(9)

"سلک گوہر "انشاء اللہ خاں انشاء کی بے نقط داستان ہے۔ اس کی ابتداء میں حمد و نعت کا نثری اظہار ملتا ہے۔ وہ عالم عالم حمد، صحرا صحرا درود کی فضا دیکھتے ہیں۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ماہ مصر اسلام، مدار المہام،، سرکار ملک علام، امام ہمام قرار دیتے ہیں۔

1814ء میں داستان "انشائے نورتن" شائع ہوئی۔ اس کی ابتداء میں اللہ کی حمد کو ثنائے بے قیاس اور بے غایت قرار دیا ہے۔ اس کے بعد میر درد، امجد علی خاں کا ایک ایک شعر اور میر حسن کے دو حمدیہ اشعار دیے گئے ہیں۔ وسال مرد متقی کا ایک فارسی شعر دیا ہے۔ اس کے بعد محمد بخش مہجور نے اپنی ایک رباعی درج کی ہے۔ "مناجات" کے عنوان کے تحت گیارہ اشعار لکھے گئے ہیں۔ نعتیہ اشعار سے قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو پاک ذات، عالی درجات، نیک صفات کی حامل، اور سرور کائنات کہا ہے۔ اور حضور کو خدا کا نور قرار دیا ہے۔ اس کے بعد شیخ سعدی کا یاک شعر، محمد قائم کے دو اشعار اور مصنف نے اپنی ایک رباعی اور ایک ہندی کبت درج کی ہے۔

مذکورہ مطالعے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اردو میں نعت گوئی کی ابتداء بھی دیگر اصناف کے آغاز کے ساتھ ہی ہوا اور یہ اظہار صرف مثنوی، غزل اور قصیدہ ہیت سے ہی مخصوص نہیں رہی بلکہ اردو نثر خاص طور پر اردو داستان کی ابتداء میں نثر اور اشعار دونوں صورتوں میں اسے موضوع بنایا گیا ہے۔ اردو داستان کے آغاز میں حمدیہ اور نعتیہ اظہار نے اردو میں نعت گوئی کے ارتقا اہم کردار ادا کیا ہے۔

References

1. Dr. Riaz Majeed, Urdu Naat Goi, Lahore: Iqbal Academy,1990, pp:257-258
2. Ata Hussain Tehseen, Nao Tarz e Murassa, Allahabad: Hindustani Academy,1978, pp:53
3. Shah Alam Sani, Ajaib Ul Qasas, Lahore: Majlis Tarraqi Adab,1965, pp:4
4. Meer Hassan Shah Haqeeqat, Jazb e Ishq, Lukhnow: Nusrat Publishers,1993, pp:58
5. Hafeez Ud din Ahmad, Khirad Afroz, Lahore: Majlis Tarraqi Adab,1963, pp:2
6. Kazim Ali Jawan, Shakuntala, Delhi: Kitabi Duniya,2004, pp:27
7. Sher Ali Afsos, Bagh e Urdu, Lahore: Majlis Tarraqi Adab,1963, pp:18
8. Beni Narain Jahan, Char Gulshan, Lahore: Punjabi Academy Press,1967, pp:60
9. Insha Ullah Khan Insha, Rani Ketki ki Kahani, Karachi: Anjuman Tarraqi Urdu,1986, pp:43